توکّل کا حقیقی مفہوم

(فرمودہ ۲۱۔ مارچ ۱۹۳۰ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مؤمن کا نام متوکّل رکھا ہے اور مؤمن کی اس صفت کو اس قدر پسند فرمایا ہے کہ فرماتا ہے جو لوگ متوکّل ہو جاتے ہیں ہم ان سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔ توکّل کیا چیز ہے؟ اس کے متعلق مسلمانوں میں بڑی بحثیں ہوئی ہیں۔ بعض نے اس کا صحیح مفہوم سمجھا، صحیح بیان کیا اور اس پر صحیح طریق سے عمل کیا ہے مگر بعض نے غلط سمجھا، غلط بیان کیا اور غلط طور پر ہی عمل کیا اور افسوس کی بات یہ ہے کہ آخری زمانہ میں مسلمانوں میں اس کا مفہوم وہی رہ گیا ہے جو غلط ہے۔ مسلمان توکّل کے معنے یہ سمجھتے ہیں کہ انسان کوئی کام نہ کرے، نکمّا ہو کر بیٹھ جائے اور دنیا وَمَا فِیْھَا سے بے خبر ہو جائے بلکہ اگر میں حقیقی طور پر اس شخص کی کیفیت بیان کروں جسے آج کل متوکّل کہا جاتا ہے تو یہ بھی نہیں کہوں گا کہ نکمّا ہو کر بیٹھ جائے کیونکہ دنیا میں کوئی انسان نکمّا نہیں دیکھا گیا۔ ہر شخص کوئی نہ کوئی کام ضرور کرتا ہے خواہ وہ کام اچھا ہو یا بُرا۔ جن لوگوں کو نکمّے کہا جاتا ہے وہ بھی کوئی نہ کوئی کام ضرور کرتے ہیں وہ آوارہ گردی یا چوری یا کوئی اور بُرائی کرتے ہیں۔ غرضیکہ دنیا میں کوئی انسان نکمّا نہیں ملتا۔ فرق صرف یہ ہے کہ کوئی تو کام کا کام کرتا ہے اور کوئی بے فائدہ، لغو یا مُضِرّ کام کرتا ہے اس لئے ایسے لوگوں کو نکمّا کہنا بھی ٹھیک نہیں۔ بلکہ یہ بات حقیقت سے زیادہ قریب ہوگی اگر کہیں کہ وہ ایسے کام کرتے ہیں جن کے کرنے سے ان کی اپنی ذات کو یا دنیا کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ مثلاً بیٹھے دوستوں سے باتیں کرتے رہے یا عیاشی میں

مشغول رہے یہ بھی کام تو ہے مگر اس کا فائدہ کوئی نہیں بلکہ نقصان ہے۔ یا بعض لوگ اِدھر کی بات اُدھر کر کے فساد کراتے رہتے ہیں۔ یہ بھی کام تو بے شک ہے مگر فضول اور تباہ کن یا بعض شراب نوشی' افیون یا دوسری مُضِرّ عادات کے عادی ہوتے ہیں یہ بھی کام ہیں لیکن مُضِرّ۔ گویا متوکّل جنہیں کہتے ہیں وہ ایسے ہوتے ہیں جن کی ذات سے مذہب یا قوم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا یوں تو وہ کام کرتے ہیں مگر مذہبی یا قومی کام نہیں کرتے۔ ہم نے یہ کبھی نہیں سنا کہ کسی متوکّل نے کھانا کھانا چھوڑ دیا ہو' بیوی کو طلاق دے دی ہو' بچوں کو گھر سے نکال دیا ہو یا جائداد غرباء میں تقسیم کر دی ہو۔ جو اپنی چیز ہے اُسے تو وہ خوب سنبھال کر رکھتے ہیں لیکن جو خدا کے کام ہیں یا قومی حقوق ہیں ان کے متعلق وہ کہہ دیتے ہیں توکّل کرنا چاہیئے۔ جب کوئی ایسی بات ہو جو خدا تعالیٰ کی طرف سے فرض ہو تو کہہ دیں گے توکّل کرو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دو لیکن کھانا کھانے کا سوال ہو تو سب سے پہلے ہاتھ دھو کر دسترخوان پر بیٹھ جائیں گے وہاں یہ بھول جاتے ہیں کہ ہم تو متوکّل ہیں۔ اگر بیوی بچوں میں آرام سے بیٹھ کر وقت گزارنے کا سوال ہو تو وہ ہرگز توکّل نہیں کریں گے۔ اگر دوستوں کی مجلس میں بیٹھ کر باتیں کرنی ہوں تو کبھی نہیں کہیں گے ہم متوکّل ہیں اپنے گھر میں بیٹھے رہتے ہیں خود ہی باتیں ہو جائیں گی۔ اگر کسی پر غصہ آ جائے تو اسے گندی گالیاں دیں گے اور کبھی یہ نہیں خیال کریں گے کہ ہم متوکّل ہیں۔ گالی کا جواب گالی دینے کی کیا ضرورت ہے ہماری طرف سے فرشتے خود ہی اسے جواب دیں گے۔ اُس وقت تو اُن کا توکّل نہیں ٹوٹتا۔ لیکن جب خدا تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ فرائض کی بجاآوری کا سوال ہو تو انہیں توکّل یاد آ جاتا ہے۔

مجھے ایک واقعہ یاد آ گیا میں ایک دفعہ لاہور سے آ رہا تھا ڈپٹی محمد شریف صاحب جو ان دنوں بیمار ہیں اللہ تعالیٰ اُنہیں صحت عطا کرے میرے ساتھ تھے۔ ایک گاڑی کے سامنے بہت سے لوگ کھڑے تھے ڈپٹی صاحب نے مجھے بتایا کہ اس کمرہ میں ایک پیر صاحب بیٹھیں گے جن کا فتویٰ ہے کہ جو شخص کسی احمدی سے بات کرے اُس کی بیوی کو طلاق ہو جاتی ہے۔ میرا تو ارادہ تھا کہ وہیں بیٹھوں لیکن اُنہوں نے کہا یہاں بیٹھنا مناسب نہیں اور ہم دوسرے کمرے کی طرف چلے گئے۔ لیکن اتفاق سے اُس درجہ کا کوئی اور کمرہ ہی نہ تھا جس کا میرے پاس ٹکٹ تھا اس لئے میں وہیں جا بیٹھا۔ جس وقت گاڑی چلنے لگی تو ایک مُرید نے پیر صاحب سے پوچھا کیا کھانے کیلئے کچھ

لاؤں۔ پیر صاحب نے کہا نہیں کوئی ضرورت نہیں لیکن جب گاڑی چل پڑی اور ابھی پلیٹ فارم سے کچھ دُور گئی ہوگی کہ پیر صاحب نے گاڑی سے سر نکال کر نوکر کو آواز دی کچھ کھانے کو ہے تو لاؤ میرا بھوک سے بُرا حال ہے۔ میں نے دل میں کہا اِن لوگوں کی حالت کا ایک نمونہ تو یہ ہے جو اس وقت نظر آیا۔ نوکر نے کہا اِس وقت تو کچھ نہیں۔ پیر صاحب نے فرمایا۔ خشک میوہ جو تھا وہی لاؤ۔ نوکر نے خشک میوہ جو پشاور کی طرف سے آتا ہے لا کر دے دیا۔ آپ نے اسے کھانا شروع کیا لیکن معاً خیال آیا ایک اور بھی آدمی پاس بیٹھا ہے اِس پر مجھے کہا آپ بھی کھائیں۔ میں نے کہا مجھے نزلہ کی شکایت ہے اور تُرش میوہ نزلہ پیدا کرتا ہے اس لئے معذور ہوں۔ لیکن پیر صاحب نے کہا کہ اللہ نے جو کرنا ہے وہ تو ہو کر ہی رہے گا تقدیر کو کون ٹال سکتا ہے اس لئے آپ اس کا کچھ خیال نہ کریں اور کھائیں۔ میں نے کہا پیر صاحب بڑی غلطی ہوئی اور اس غلطی سے آپ کا بھی نقصان ہوا اور میرا بھی۔ ہم نے یونہی ٹکٹ لئے اور پیسے خرچ کئے اگر خدا تعالیٰ کو ہمارا پہنچانا منظور ہوتا تو خود ہی پہنچ جاتے ٹکٹ لے کر گاڑی پر سوار ہونے کیا ضرورت تھی۔ اس پر وہ کہنے لگے آخر اللہ تعالیٰ نے اسباب بھی تو پیدا کئے ہیں۔ میں نے کہا یہی تو میرا مطلب تھا جسے آپ تقدیر سے غلط ثابت کرنا چاہتے تھے۔ آخر مَیں نے ان سے دو انجیریں لے لیں اور کہا کھاتا تو نہیں لیکن لے لیتا ہوں۔ وہ مجھ سے ایک دوست نے لے لیں کہ جب پیر صاحب احمدی سے گفتگو کرنے کی وجہ سے کسی کے نکاح کے فسخ ہونے کا فتویٰ دیں گے تو میں یہ نکال کر اُن کے سامنے رکھ دوں گا کہ پہلے آپ اپنا تو نکاح دوبارہ پڑھوائیں۔ تو آج کل لوگوں نے توکّل کا عجیب مفہوم سمجھ رکھا ہے جو کام اپنے مطلب کا ہوتا ہے اسے تو کر لیتے ہیں اور جو نہیں کرنا چاہتے اس کے متعلق توکّل کہہ دیتے ہیں۔ حالانکہ توکّل کا مفہوم اللہ تعالیٰ نے سورۃ فاتحہ میں اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ[1] میں بیان فرمایا ہے۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کے معنی تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ کے ہیں۔ توکّل کے دو حصے ہوتے ہیں عملی اور ایمانی۔ گویا یہ لفظ اپنے اندر دو شاخیں رکھتا ہے ایک عمل اور دوسرا عقیدہ کے لحاظ سے۔ جو حصہ عمل سے تعلق رکھتا ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ میں نے اپنے کام کو پورے طور پر خدا تعالیٰ کے سپرد کر دیا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی سے کہے کہ میں نے اپنے نکاح کا معاملہ آپ کے سپرد کر دیا ہے تو کیا کبھی یہ بھی دیکھا ہے کہ جس کے سپرد کیا گیا ہو نکاح کرنے والے کی جگہ وہی ایجاب و قبول بھی کر لے۔ کسی کے سپرد کر دینے کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ اس

کے لئے اپنے حسبِ منشاء انتظام کرے۔ وہ کہتا ہے میں فلاں عورت سے تمہارا نکاح پسند کرتا ہوں۔ یہ کہتا ہے بہت اچھا مجھے منظور ہے۔ وہ کہتا ہے میں تمہارے نکاح کے لئے فلاں تاریخ مقرر کرتا ہوں۔ یہ کہتا ہے بہت اچھا۔ وہ کہتا ہے میرے خیال میں اس قدر مہر مقرر ہونا چاہئے یہ کہتا ہے ٹھیک ہے۔ وہ کہتا ہے اتنا زیور انہیں دینا چاہئے یہ اسے منظور کر لیتا ہے لیکن ایجاب وقبول خود اسے ہی کرنا پڑتا ہے اور نکاح کا معاملہ کسی کے سپرد کر دینے کے یہ معنی نہیں کہ وہ خود ہی عورت تلاش کرے، اپنے پاس سے زیور کپڑا دے، خود ہی مہر ادا کرے اور آپ ہی جا کر کہہ آئے کہ مجھے منظور ہے بلکہ صرف یہ معنی ہوتے ہیں کہ میں اپنے ارادہ کو چھوڑتا ہوں اور جس طرح تم پسند کرو گے اسی طرح کروں گا۔ پس توکّل کے معنی بھی یہی ہیں کہ خدا تعالیٰ نے جو نظام اور طریقِ عمل مقرر کیا ہے ہم اس پر عمل کریں گے اور جس طرح وہ حکم دے گا اسی طرح کریں گے۔ جس طرح نکاح کا معاملہ سپرد کر دینے والا کہتا ہے کہ جو شرائط تم تجویز کرو گے میں منظور کروں گا۔ جس جگہ نکاح پڑھوانے کیلئے مجھے کہو گے جاؤں گا اسی طرح توکّل کا مطلب بھی یہی ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو راستہ میرے لئے تجویز کر دیا ہے میں اسی پر چلوں گا۔ پس توکّل کا عملی حصہ یہ ہے کہ انسان کہتا ہے۔ اے اِلٰهَ الْعَالَمِيْن! جو قواعد تُو نے میرے لئے مقرر کئے ہیں مجھے منظور ہیں تُو جو کہے گا میں کروں گا۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ میں یہی بتایا ہے کہ میں عملی طور پر اپنے آپ کو تیرے سپرد کرتا ہوں۔ اس کے مقابلہ میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ[2] فرمایا یعنی اے خدا! میں نے اپنے آپ کو پورے طور پر تیرے حوالے کر دیا ہے اب آپ ہی بتایئے میں کیا کروں۔ اگر توکّل کے یہ معنے ہوتے کہ عمل ترک کر دیا جائے تو اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کی کیا ضرورت تھی بلکہ یہ کہنا چاہئے تھا کہ میں نے تو توکّل کر لیا ہے۔ نماز، روزہ، حج وغیرہ فرائض آپ اپنے پاس ہی رکھئے اب مجھے کسی عمل کی کیا ضرورت ہے۔ مگر نہیں بلکہ یہ کہتا ہے کہ میں نے تجھ پر کامل توکّل کر لیا ہے اب آپ ہی بتایئے میں کیا کروں؟ مجھے عمل کا طریق بتایئے کیونکہ میں نے آپ کی ہی ماننی ہے آپ کے مقابلہ میں اور کسی کی ہرگز نہیں مانوں گا۔ اِس درخواست کا جواب آگے اللہ تعالیٰ نے الٓمّٓ سے وَالنَّاسِ تک دیا ہے۔ جب بندہ نے کہہ دیا کہ میں تیری مرضی کے بغیر کوئی قدم نہیں اُٹھاؤں گا تو قرآن نازل ہوا۔ گویا توکّل کا صحیح مفہوم یہ ہوا کہ جس طرح خدا کہے گا کروں گا اور قرآن کریم پر عمل کروں گا۔ دوسرا اعتقادی رنگ ہے یعنی نتیجہ کے لحاظ سے

انسان یہ سمجھے کہ جس طرح خدا تعالیٰ کرے گا وہی ہوگا۔ عمل کے لحاظ سے تو یہ کہے کہ جو خدا کہے گا وہی کروں گا لیکن نتیجہ کے لحاظ سے یہ سمجھے کہ جو خدا کرے گا وہی ہوگا۔ اگر کسی طالب علم کے کئی استاد ہوں تو وہ ان میں سے جس سے چاہے کوئی بات معلوم کرسکتا ہے۔ جب کئی طبیب ہوں تو کسی ایک سے مشورہ لیا جاسکتا ہے لیکن جب ایک ہی ہو تو اسی پر توکّل کرنا پڑتا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان دعائیں بہت زیادہ کرتا ہے۔ جب یہ خیال ہو کہ بہت سے ایسے لوگ ہیں جن سے مَیں عندالضرورت مدد لے سکتا ہوں تو انسان زیادہ مضطرب نہیں ہوتا لیکن جو یہ سمجھے کہ ایک ہی در ہے اور اس کے سوا میرا کوئی آسرا نہیں تو اس خیال سے ہی وہ رو پڑتا ہے اور کہتا ہے میں تجھے چھوڑ کر اور کہاں جاؤں۔ گویا توکّل عملی انسان کو عمل میں اور توکّل اعتقادی دعا میں تیز کرتا ہے اسی لئے توکّل کے بعد کہتا ہے۔ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ تیرا دروازہ چھوڑ کر میں کہاں جاؤں اس طرح انسان کو عملی لحاظ سے بھی اور عقیدہ کے لحاظ سے بھی خدا پر توکّل کرنا سکھایا جس سے دعا میں زیادہ رقّت، درد اور جوش پیدا ہوتا ہے اور انسان خدا تعالیٰ کی طرف اس طرح جھکتا ہے کہ گویا اپنے آپ کو اس کی راہ میں مٹا ڈالتا ہے اور اسی کا نام حقیقی توکّل ہے۔

ایک دفعہ رسول کریم ﷺ سے بعض لوگ باہر سے ملنے کے لئے آئے چونکہ انہیں حد درجہ عشق تھا اس لئے ضبط نہ ہوسکا اور اونٹوں سے اُتر کر فوراً دوڑتے ہوئے آپ کے پاس پہنچے۔ آپ نے فرمایا اونٹ باندھ آئے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں خدا کے توکّل پر کُھلے ہی چھوڑ دیئے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا پہلے اونٹ کا گھٹنا باندھو پھر توکّل کرو۔[۳] یعنی عمل تم کرو اور نتیجہ خدا پر چھوڑ دو۔ مومن غیر مومن سے زیادہ کام کرتا ہے۔ صحابہ کرام رات دن مشغول رہتے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اِس قدر عبادت کرتے تھے کہ کھڑے کھڑے آپ کے پاؤں متورم ہو جاتے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ نے کہا یا رسول اللہ! آپ کیوں اتنی دُعائیں کرتے ہیں کیا اللہ نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف نہیں کر دیئے آپ نے فرمایا کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔[۴] اگر توکّل کے معنی یہ ہوتے کہ انسان ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائے تو سب سے زیادہ اِس پر عمل رسول کریم ﷺ کا ہونا چاہئے تھا کیونکہ آپ سب سے بڑھ کر متوکّل تھے۔ مگر آپ سب سے زیادہ مشغول رہتے تھے اور کوئی فُرصت کا وقت آپ کا نہیں ہوتا تھا۔ پھر سب سے زیادہ توکّل تو جنت میں ہوسکتا ہے مگر قرآن سے معلوم ہوتا ہے وہاں بھی مشغولیت ہوگی جیسے فرمایا۔

اَلْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ.[۵] وہاں تو ہر چیز خدا تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے اس لئے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جانا چاہئے تھا مگر وہاں کے لئے بھی شُغل کو نکرہ کے طور پر استعمال کر کے بتایا کہ وہاں بڑا عظیم الشان کام کرنا ہوگا۔ فرق یہ ہے کہ وہاں فٰكِهُوْنَ ہوں گے یعنی انسان کام سے تنگ نہیں آ جائے گا اور تھکے گا نہیں بلکہ خوشی محسوس کرے گا اس کا دائرہ عمل بہت وسیع ہو گا۔ انسان تنگ اُسی وقت آتا ہے جب دائرہ عمل محدود ہو اِس سے اُس کے دل میں کوفت محسوس ہونے لگتی ہے۔ مگر جنت میں چونکہ دائرہ عمل بہت وسیع ہوگا اس لئے انسان کوفت محسوس نہیں کرے گا بلکہ کام کرنے کے باوجود اُس کے اندر بشاشت قائم رہے گی۔ پس مؤمنوں کو متوکّل بننا چاہئے خصوصاً اولاد کو متوکّل بنانا چاہئے۔ مگر افسوس ہے کہ ہماری جماعت کے بہت سے لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے بیسیوں مرد، عورتیں اور بچے نکمّے رہتے ہیں۔ میں سالہا سال سے دیکھ رہا ہوں کہ بعض لوگوں کے لڑکے نہ پڑھتے ہیں اور نہ ہی کوئی اور کام کرتے ہیں۔ ماں باپ سمجھتے ہیں خدا تعالیٰ کھانے کو دے رہا ہے انہیں کھانے دو لیکن اتنا نہیں سوچتے کیا خدا تعالیٰ نے یہ اس قدر وسیع نظام اور یہ تمام کائنات کھانا کھانے کے لئے ہی پیدا کی ہے۔ اس بوجھ کو تو کوئی بادشاہ بھی برداشت نہیں کرسکتا کہ اس کا بیٹا نکمّا رہے اور وہ خدا تعالیٰ کے سامنے یہ جواب دے کہ تُو نے کھانے کو بہت دے رکھا تھا اس لئے میں نے اپنی اولاد کو کسی کام پر لگانا مناسب نہیں سمجھا۔ قرآن کریم میں اَلْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ[۶] آیا ہے اور وہ اولاد جسے کسی کام کا نہیں بنایا جاتا وہ بھی اسی ذیل میں آتی ہے۔ کھانے کے لحاظ سے تو گدھا یا بیل انسان سے بہت زیادہ کھالیتا ہے مگر ان کے لئے محمد رسول اللہ ﷺ کو نہیں بھیجا گیا، ان کے لئے قرآن نہیں اُتارا گیا کیونکہ وہ دماغی طاقت جس پر انسان کی قیمت کا انحصار ہے ان میں نہیں۔ پس جو شخص اپنی اولاد کو کسی کام کا نہیں بناتا وہ ان کے جسم کو تو تکلیف سے بچاتا ہے مگر روح کو تباہ کر دیتا ہے، اولاد کی جڑیں کاٹ دیتا ہے اور وہ خدا تعالیٰ کے سامنے انہیں لوگوں میں کھڑا ہوگا جن پر اَلْمَوْؤٗدَةُ کا الزام ہوگا۔

بیہودہ وقت ضائع کرنا روحانیت کو مارنے والی چیز ہے اور جو انسان اپنی اولاد کو اس طرح تباہ کرتا ہے وہ خدا تعالیٰ کی قدرتوں کو ضائع کرنے والا ہے اور یقیناً خدا تعالیٰ کا دشمن ہے۔ متوکّل تو خدا تعالیٰ کا محبوب ہوتا ہے مگر ایسا نکمّا آدمی دنیا میں ایک تو بتاؤ جو خدا کا محبوب بن گیا ہو بلکہ ایک ایسا انسان تو مُحِبّ بھی نہیں بن سکتا کیونکہ خدا تعالیٰ سے محبت بھی اسے ہی نصیب ہوسکتی ہے جو

وقت کی قدر جانتا ہو۔ اگر ایک آدمی خود بھی سُست رہے اور اولاد کو بھی سُست اور نکما رکھے تو وہ متوکّل نہیں بلکہ توکّل کا سخت مخالف اور توکّل کی جڑ کاٹنے والا ہے۔ ہمارے دوست جب وعدہ کر چکے ہیں کہ وہ دنیا میں ایک نئی جماعت بن کر رہیں گے اور دنیا میں ایک پاک تبدیلی اور انقلاب پیدا کریں گے تو انہیں چاہئے اِیَّاکَ نَعۡبُدُ کی روح اپنے اندر پیدا کریں دوسروں سے زیادہ محنت کریں اور پھر نتیجہ کے لئے گھبرائیں نہیں بلکہ اسے خدا تعالیٰ پر چھوڑ دیں۔

بعض لوگ میرے پاس آتے ہیں کہ فلاں آدمی کے پاس ہماری سفارش کر دو۔ میں سفارش کو ایسا بُرا سمجھتا ہوں گویا یہ موت ہے مگر پھر بھی اس خیال سے کہ وہ یہ نہ کہیں کہ ہمارا کوئی خیال نہیں رکھا جاتا تو کر دیتا ہوں مگر اسے نہایت ناپسند کرتا ہوں۔ ایسے لوگوں کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کسی سے روپیہ تو نہ مانگا جائے لیکن چیز مانگ لی جائے کوئی شخص یہ تو نہیں کہتا کہ فلاں سے مجھے دس روپے لے دو لیکن یہ کہہ دیتے ہیں کہ کام کرا دو حالانکہ یہ بھی سوال ہی ہے۔

پس خود محنت کرنی چاہئے اور نتیجہ خدا پر چھوڑ دینا چاہئے۔ ہاں اگر کسی سے خود کوئی سلوک کیا ہو تو پھر اس سے مدد لینے میں کوئی حرج نہیں لیکن جس سے کوئی تعلق نہ ہو' باہمی لین دین نہ ہوا سے خواہ مخواہ تکلیف دینا فضول ہے۔ مؤمن کو متوکّل ہونا چاہئے' اعمال میں سستی نہیں کرنی چاہئے اور دوسرے کا دستِ نگر نہیں بننا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ سے ہی دعا کرنی چاہئے کہ وہ اپنے فضل سے سامان پیدا کر دے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام یا شاید حضرت خلیفہ اوّل ایک بزرگ کا واقعہ سنایا کرتے تھے۔ اسے بادشاہ کا حکم ملا کہ آپ کے متعلق ہمارے پاس شکایت پہنچی ہے آپ فوراً حاضر ہوں۔ وہ چل پڑے اور ابھی کوئی بیس میل گئے ہوں گے کہ سخت طوفان اور بارش آ گئی وہاں اور تو کوئی پناہ کی جگہ نہ تھی ایک کُٹیا نظر آئی اُس کے اندر وہ گئے تو اندر ایک لنگڑا لُولا اپاہج پڑا تھا آپ نے اس سے پوچھا بھئی اگر اجازت دو تو تھوڑی دیر یہاں آرام لے لوں۔ اُس نے آپ کا نام وغیرہ پوچھا اور جب آپ نے اپنا نام اور مقام وغیرہ کا پتہ دیا تو وہ خوشی سے اُچھل پڑا اور کہا میرے تو بھاگ جاگ پڑے کہ آپ کی زیارت ہو گئی۔ میں تو کئی سال سے دعا کر رہا تھا کہ خدا تعالیٰ آپ کی زیارت کا موقع دے۔ اُس بزرگ نے کہا پھر تیری کشش ہی مجھے یہاں لے آئی ہے اور بادشاہ کا حکم محض ایک بہانہ ہے۔ اتنے میں ایک سوار اُدھر سے گذرتا ہوا نظر آیا اس نے ان

بزرگ کو ایک تحریر دی کہ دراصل آرڈر دینے میں غلطی ہوگئی ہے آپ کو نہیں بلایا گیا۔

جب انسان اللہ تعالیٰ پر توکّل کرے تو وہ خود مددگار ہو جاتا ہے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ دوستوں سے مدد بالکل نہ لی جائے ضرور لی جائے لیکن جس سے کوئی تعلق نہ ہو اُس سے لینا ٹھیک نہیں کیونکہ یہ سوال ہے۔ ہاں اگر خود کسی کا کام کیا ہو تو اُس سے کام لینے میں کوئی حرج نہیں۔ کام بھی کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں ہمارا فلاں سے بڑا تعلق ہے کیونکہ میں نے ایک دفعہ اسے راستہ بتایا تھا حالانکہ یہ کوئی تعلق نہیں۔ پھر بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ فلاں آدمی کو ہم نے الیکشن میں ووٹ دیا تھا حالانکہ یہ بھی کوئی احسان نہیں۔ ووٹ آخر کسی کو تو دینا ہی تھا یہ تو ایسا ہی احسان ہے جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سنایا کرتے تھے کہ ایک شخص کسی کے ہاں مہمان گیا۔ جب چلنے لگا تو میزبان نے کہا معاف فرمایئے گھر میں تکلیف ہونے کی وجہ سے میں آپ کی اچھی طرح خاطر مدارات نہ کر سکا۔ اس پر مہمان کہنے لگا تم بہت احسان نہ جتاؤ میرا بھی تم پر بڑا احسان ہے جب تم میرے لئے کھانا لانے گئے تھے میں تمہارے مکان کو آگ لگا سکتا تھا مگر میں نے نہیں لگائی۔

ملک نے جدوجہد کی اور اپنے لئے حقوق مانگے اور ووٹ دینے کا حق لیا اب اگر ووٹ کسی معقول آدمی کو دے دیا تو یہ کوشش کی کہ ہمارا نمائندہ کوئی نامعقول نہ ہو جائے اور اس طرح اپنا فرض ادا کیا اور اپنا حق استعمال کیا۔ اس شخص پر اس کا کیا احسان ہوا۔ اب مجلس مشاورت میں انجمنوں کے جو نمائندے ہو کر آتے ہیں کیا جماعتیں ان پر کوئی احسان کرتی ہیں! نہیں! بلکہ یہ سمجھتی ہیں کہ یہ ہماری طرف سے کام کرنے چلے ہیں اور اگر نمائندے دیانتداری سے کام کریں تو یہ ان کا احسان ہے کہ اپنا حرج کر کے اور اپنا کام چھوڑ کر ہمارا کام کرتے ہیں۔ پس یہ ان کا احسان ہے نہ کہ ہمارا ان پر۔ یہ کوئی احسان نہیں اس لئے اس کی بناء پر کسی کو تکلیف نہیں دینی چاہیئے۔

مؤمن کے اندر وقار اور اللہ تعالیٰ پر اعتماد ہونا چاہیئے اور جب اس پر ایمان ہو تو وہ ضرور کوئی نہ کوئی راہ نکال دیتا ہے۔ پس دوستوں کو توکّل پر اپنے کاموں کی بنیاد رکھنی چاہیئے اور اپنے اندر ایسا وقار پیدا کرنا چاہیئے کہ دوسرے سمجھیں یہ اللہ تعالیٰ پر پورا بھروسہ رکھتے ہیں۔ لیکن اگر ہم بھی دوسروں کے دروازوں پر دستک دیتے پھریں تو لوگ یہی کہیں گے کہ ان کے اندر توکّل

نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اندر حقیقی توکّل پیدا کرے اور وقار کے لحاظ سے وہ مقام عطا کرے کہ جو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ہمارے لئے عزت کا باعث ہو۔ آمین

(الفضل ۲۸۔ مارچ ۱۹۳۰ء)

---

۱ الفاتحة: ۵ ۲ الفاتحة: ۶

۳ ترمذی ابواب صفة القيامة باب ماجاء فی صفة اوانی الحوض مطبوعہ دہلی ۱۳۵۰ھ

۴ بخاری كتاب الرقاق باب الصبرعن محارم الله انمایوفی الصابرون اجرهم بغير حساب

۵ یٰسٓ: ۵۶ ۶ التكوير: ۹